Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

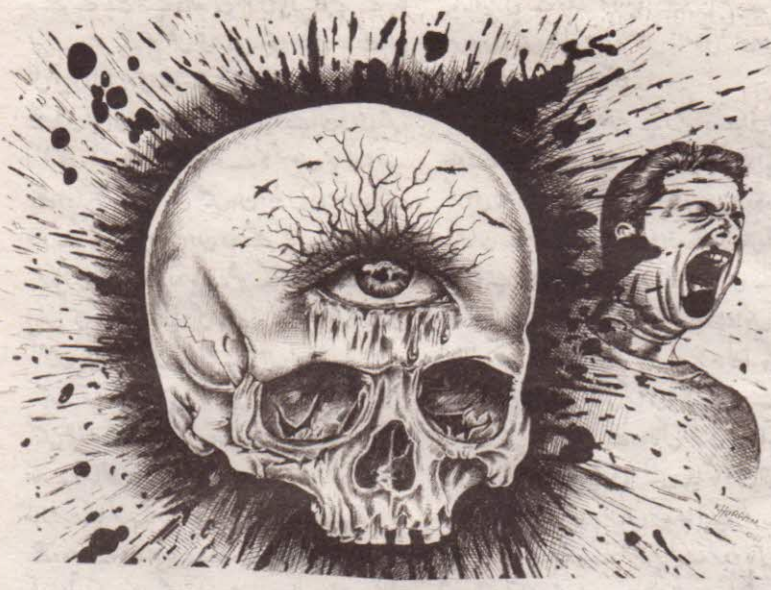

انگوٹھی

احسان الحق

اچانک دلدوز کان پھاڑنے والی چیخ سنائی دی، جسم کے پرخچے اڑگئے اور سارے قرب و جوار میں بکھرگئے، درد ناک اور اذیت ناک چیخیں قرب و جوار کو دھلا گئیں اور پھر.....

زیادہ، زیادہ اور بہت زیادہ دولت کے دلدادہ ایک شخص کی عبرت ناک حالت زار

میرا نام بنیامین ہے اور میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ لیکن مجھے یہ بات دکھ کے ساتھ بتانی پڑ رہی ہے کہ میرے والدین اس وقت اس جہان فانی سے کوچ کر گئے تھے، جب میری عمر فقط سات سال کی تھی۔ ان کے اس جہان سے جانے کے بعد میرے اکلوتے چچا نے میری پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی۔ چچا نے بہت بعد میں شادی بھی کر لی تو میری چچی نے مجھے اپنی اولاد کی طرح پالا تھا۔ انہوں نے کبھی مجھے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ میں ایک یتیم مسکین بچہ تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ میرا بھی چچا اور چچی کے سوا دنیا میں کوئی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عجب منشاء تھی کہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس بات کو بھی دونوں میاں بیوی نے کبھی دل پر نہ لیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میری موجودگی کے سبب انہیں کبھی بے اولادی کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

www.urdupalace.com

میرے لئے بھی چچا اور چچی ہی والدین کا درجہ رکھتے تھے مجھے اپنے والدین بخوبی یاد تھے میرے چچا میرے والد کے ہم شکل ہی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مجھے ان کی کمی دنیا میں کبھی کچھ خاص محسوس نہیں ہوئی، ہاں البتہ مجھے اپنی امی کی صورت اچھی طرح یاد ہے ان کی کمی میں اکثر بطور ایک علیحدہ وجود ہونے کا محسوس کیا کرتا تھا۔ مجھے وہ اکثر یاد آیا کرتی تھیں ان دونوں کی موت ایک حادثے میں ہوئی اس دن وہ مجھے چچا کے پاس چھوڑ کر گاڑی میں بیٹھ کر دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔ غالباً وہاں کسی کی فوتگی ہوئی تھی۔ ابو نے کہا تھا کہ بنیا مین تمہیں چچا کے پاس چھوڑ دیتے ہیں اور امی نے مجھے سمجھاتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ بچوں کا ایسے موقع پر کام نہیں لہٰذا مجھے گھر پر ہی رہنا چاہئے۔ اور چچا جان بھی ہمارے ساتھ ہمارے ہی گھر پر رکے تھے۔ وہ سرکاری ملازمت کیا کرتے تھے جبکہ ابو جان ایک نامی گرامی تاجر تھے وہ سونے کا کام کیا کرتے تھے۔ صرافہ بازار میں ان کی ذاتی ایک دکان تھی۔ یوں میرے والد صاحب کافی دولت مند تھے۔ پھر اس رات، رات کے گیارہ بجے کے قریب پولیس والوں نے جب گھر آ کر بتایا تھا کہ حادثہ پیش آ گیا ہے تو چچا جان مجھے ہمسایوں کے پاس چھوڑ کر اسپتال سے میرے والدین کی بے جان لاشیں لئے گھر لوٹ آئے تھے۔ محلے میں اس وقت کہرام مچ گیا تھا، سب ملنے والوں کو خبر کی گئی تو اگلے روز ہمارے گھر میں ایک دنیا کا ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا۔

اب مجھے اٹھارہ سال کا ہوئے پورے چار دن گزر چکے تھے اور چچا جان نے مجھے اپنے مطالعہ والے کمرے میں تنہا بلایا تھا، میں اب ایف، اے کر چکا تھا اور آگے بی، کام کرنے کی تیاریوں میں مجھے مشغول ہونا تھا۔ میں جب چچا جان کے مطالعہ والے کمرے میں داخل ہوا جہاں انہوں نے تین دیواروں پر بڑی سی الماریاں بھی رکھی ہوئی تھیں جن کے خانوں میں کتب کو انتہائی نفاست کے ساتھ سجا رکھا تھا چونکہ میرے چچا مطالعے کے شوقین تھے اسی لئے گھر میں بھی انہوں نے نہایت ادبی ماحول رکھا ہوا تھا مجھے دیکھتے ہی انہوں نے پیار اور نرمی سے کہا۔ ”آؤ بیٹا! مجھے آج تم سے بہت سی ضروری باتیں کرنی ہیں۔“ میں خاموشی سے سر جھکا کر پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

”بیٹا! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے امی ابو ایک حادثے میں فوت ہو گئے تھے اور آپ کے ابو ایک نامی گرامی تاجر و صراف تھے۔ ان کی دولت اور دکان سب کچھ ان کے مرنے کے بعد میری ذمہ داری میں آ گیا تھا یوں آپ اٹھارہ سال کے ہو چکے ہیں اس لئے میری ذمہ داری ہے کہ میں آپ کو ان کا کل ورثہ واپس کر دوں یہ فائل ہے۔ اسے اچھی طرح سے پڑھ لینا کچھ دنوں کے بعد دونوں باپ بیٹا مل کر اس پر کام کریں گے۔“

میں نے میز پر سے وہ فائل اٹھالی جو صفحات میں کافی بھاری تھی۔ ”جی ابو جی!“ میں چچا کو ابو جی ہی کہتا تھا وہ فائل ہاتھ میں تھام کر میں سیدھا اپنے کمرے میں واپس آ گیا تھا۔ میں نے بستر پر لیٹ کر وہ فائل پڑھنا شروع کی تو اس میں میرے مرحوم ابو جان کی کل جائیداد کے کاغذات تھے۔ ساتھ میں دکان، زمینوں، زیورات، نقدی کی مقدار کا تمام حساب کتاب اس میں درج تھا۔ میں نے جب تخمینہ لگایا تو ابو جان کی فوتگی پر ان کی جائیداد کی کل مالیت ڈیڑھ کروڑ تھی جبکہ اب وہ پورے دس کروڑ کی ہو گئی تھی۔ نقدی کو تو بینک میں ڈپازٹ کی وجہ سے ضربی پر لگ گئے تھے گیارہ سال قبل جمع کروایا سو روپیہ آج کے آٹھ سو یا ہزار روپے کے برابر ہو چکا تھا۔ ان گیارہ سالوں میں میرے چچا جان نے ابو جی کی جائیداد میں سے ایک روپیہ بھی اپنی ذات پر یا مجھ پر نہیں لگایا تھا۔ میں نے وہ فائل بند کر دی تھی آنکھوں میں اشک اس بات کی غمازی کر رہے تھے۔ میں افسردگی کے عالم میں رو رہا تھا میں بستر پر دراز ہو کر چت سیدھا لیٹ گیا تھا۔ مجھے بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ ان گیارہ سالوں میں مجھ پر چچا جان نے بے دریغ پیسہ لگایا تھا کبھی کوئی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی مگر اتنی بڑی جائیداد اور نقدی کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے ایک روپیہ بھی

www.urdupalace.com

ابو جان کی چھوڑی میرے لئے وراثت سے کلیم نہیں کیا تھا اور آج جبکہ میں بلوغت کی عمر کو پہنچ چکا تھا تو وہ یہ سب مجھے تھما کر بری الذمہ ہو جانا چاہتے تھے میرے دل میں نہ جانے ایک عجیب سی کسک نے جنم لیا تھا میرا جی کر رہا تھا کہ اب میں اپنے ان منہ بولے والدین کے لئے ضرور کچھ کروں جنہوں نے یوں بے لوث ہو کر میری تعلیم و تربیت پر بے دریغ خرچ کیا تھا۔ نہ صرف خرچ ہی کیا تھا بلکہ جب جب میں بیمار ہوتا یا مجھے ان کی ضرورت ہوتی، یہ میرے سر پر سایہ رحمت بن کر اسی آن حاضر رہا کرتے تھے یہی تمام خیالات اپنے قلب کے پنہاں گوشوں میں سمیٹتے ہوئے مجھے نیند آ گئی تھی اور میں نیند کی وادی میں داخل ہو کر سو گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

تھوڑے دنوں کے بعد مجھے بی کام میں داخلہ مل گیا تھا۔ میں نے کالج آنا جانا شروع کر دیا تھا چچا جان نے کاغذات پر دستخط کروا کر ساری قانونی کارروائیاں نپٹا دی تھیں انہوں نے اپنی طرف سے بھی بیس لاکھ روپے میرے اکاؤنٹ میں جمع کروا دیے تھے۔ ساتھ میں انہوں نے مجھ سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ میں اپنی پڑھائی کے ساتھ کسی طور سے سمجھوتہ نہیں کروں گا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ انسان کے پاس چاہے لاکھ دولت ہو جائیداد کا انبار لگے ہوں لیکن اصل دولت جو ہوتی ہے علم ہوتا ہے انہوں نے مجھے یہ یاد کروایا تھا کہ انسان کا اصل زیور تعلیم ہے اور اصل دولت علم ہے اور علم وہ دولت ہے جو ہم سے کوئی چرا نہیں سکتا، چھین نہیں سکتا۔ میں نے بھی اپنے باپ سمان چچا سے اس بات کا عہد کر لیا تھا کہ میں کسی قیمت پر بھی تعلیم نہیں چھوڑوں گا۔

بی کام کے پہلے سال ہی میری ملاقات نئے دوستوں سے ہوئی جن میں عقیل، وسیم سرفہرست تھے۔ ایف اے کے دوست تقریباً نہ ہونے کے برابر ہو چکے تھے۔ کچھ نے ملازمتیں اختیار کر لی تھیں اور کچھ بی اے کرنے لگ گئے تھے جبکہ کچھ پڑھائی چھوڑ کر محنت مزدوری کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ جو لوگ بی اے کر رہے تھے ان کا خیال تھا کہ محض اسناد حاصل کر کے ایم اے کر لیں گے یا کسی سرکاری یا نیم سرکاری ادارے میں انہیں کوئی عام سی نوکری مل جائے گی۔ جو لوگ پڑھائی چھوڑ کر کاروبار کے معاملات میں الجھ گئے تھے ان میں سے اکثر کی کوئی نہ کوئی گھریلو مجبوری آڑے آ گئی تھی یا پھر پیسے کی ہوس بش نے وقت سے پہلے انہیں اپنی جانب کھینچ ڈالا تھا۔ وہ لوگ جو تعلیم یکسر چھوڑ بیٹھے تھے وہ دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جن کی انگریزی جیسے مضمون میں کوئی اٹک گئی تھی یا جنہیں کسی مضمون میں فیل کر دیا گیا تھا اور دوسری قسم ان عامیوں کی تھی جو بے چارے ازل سے تعلیم کو ایک بوجھ سمجھے بیٹھے تھے۔ شاید والدین اور معاشرے سے وقتی طور پر جان چھڑانے کے لئے یا شیخیاں گپیں مارنے کی غرض سے لوگوں کو جتلانے کے لئے کہ ”جی! ہم بھی پڑھ رہے ہیں۔“ اپنے ساتھ زندگی بھر کا عظیم ترین مذاق کر رہے تھے۔ جو مستقبل قریب میں انہیں اور ان جیسوں کو بہت مہنگا پڑنے والا تھا وقت کی بہتی دھارا کتنی ظالم ہوتی ہے شاید ان جیسے ”افلاطون“ کی مری ہوئی عقل کے احاطہ میں فی الوقت یہ بات نہیں سما رہی تھی۔ وہ محض وقت گزاری کر رہے تھے اور آوارہ ہی پھر رہے تھے۔ اس کے برعکس بہت کم لیکن ہنوز معاشرے میں ایسے باپ بھی موجود تھے جو اچھے بھلے قابل بچوں کو آگے پڑھانے کے روادار نہ تھے۔ وجہ اس کی جو بھی رہی ہو لیکن اگر وطن عزیز میں نظام درست ہوتا تو حکومت اپنے ایک ایک شہری پر نگاہ رکھتی اور اس انسانی وسیلے Human Resourse کو ضائع نہ ہونے دیتی۔ لیکن حکومتی سیاست دانوں کو اپنی پیٹ کی دوزخ اتنی گہری تھی کہ سرکاری خزانے سے وہ کبھی نہ بھرتی تھی۔ وہ اس اہم ترین شعبے پر کیا نگاہ رکھتے۔

☆.....☆.....☆

”یار! آج کلاس روم میں میرا دل سڑ گیا۔“ ناصر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ میں عقیل اور وسیم بھی برا سا منہ بنا کر کھڑے تھے۔

www.urdupalace.com

''اب دیکھو نا! سر نے کتنے آرام سے کہہ دیا ہے کہ ہم تعلیم کے شعبے پر نوٹ لکھ کر لائیں گے۔ اعداد و شمار بھی ہمیں خود ہی بتلا دیئے۔'' وسیم نے بھی برا سا منہ بنا کر کہا جس پر میں نے اس سے کہا۔'' یار! فارمولیٹی ہی ہے نا! اب اتنے بھی محب وطن بننے کی ضرورت کیا ہے کاغذ کا ٹکڑا لینا ہے ہمیں، بی کام کی سند ملنی چاہئے ہمیں..... اور ہمیں کیا چاہئے۔''

''میں تو یہ کاغذ کا ٹکڑا ضرور لوں گا بھائیو! چاہے اس ٹکڑے کی وطن عزیز میں کوئی قدر و قیمت ہو یا نہ ہو یہ کاغذ کا ٹکڑا تو میں لے کر رہوں گا۔'' عقیل نے سینہ تان کر کہا۔'' باقی کام میرے ابو کا ہے وہ کریں گے میری سفارش اور مجھے لگا دے گا کسی نہ کسی راہ پر۔''

''ابے تیرا ابا تو تجھے لگا دے گا۔ باقی آبادی میں کتنے ابو ہوں گے جو اپنے اپنے سپوتوں کو سفارش کر کے لگائیں گے میرا تو ابا کہتا ہے کہ بی کام کے بعد کلرکی کر لینا وہ تو ابھی سے ہی اپنے کسی دوست سے بات کر کے چین کی نیند سو رہا ہے۔'' وسیم نے اس کی بات پر کہا تھا۔

''اور میرے تو ابو جی کہتے ہیں کہ بی کام کے بعد ایم بی اے کرنا پڑے گا۔ نا جانے اور کتنا مجھے پڑھنا پڑے گا۔'' ناصر نے اپنا منہ لٹکا کر کہا تھا اور میں ان کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا۔ مجھے تو بس اپنے چچا جان اور چچی جان کو ہر حال میں خوش کرنا تھا۔ انہوں نے جو کرم و احسانات میرے اوپر کئے تھے، میں ان کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا تھا کہ چچا جان اور چچی جان نے میری شخصیت کو مکمل کرنے کی غرض سے جو مجھ پر وقت اور اپنا پیسہ لگا کر محنت کی تھی اب کچھ عرصہ بعد میں انہیں دل و جان سے راضی کرنے کی نیت باندھے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دنیا، یہ ملک، یہ لوگ، مجھے کسی سے کوئی غرض نہ تھی۔ کون کیا کر رہا ہے؟ کیا سوچ رہا ہے؟ کس ڈھنگ میں سوچ رہا ہے؟ میں تو فقط ایک بات جانتا تھا کہ میری ذات کا محور صرف میرے چچا جان اور چچی جان تھے۔ وہ میرے بزرگ تھے اور میرے موجودہ والدین، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اب وہی میرے والدین تھے تو یہ بھی غلط نہ تھا۔

تھوڑی دیر ہم دوست یونہی کھڑے باتیں کرتے رہے اور پھر ہم اپنے اپنے گھروں کی جانب لوٹ آئے۔ میں جب گھر لوٹا تو چچی جان نے باورچی خانے سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔'' بی کام میں کوئی مشکل تو پیش نہیں آ رہی بیٹا! تمہارے ابو بھی پوچھ رہے تھے۔ اگر مشکل ہے تو ٹیوٹر رکھوا دیں گے۔''

میں نے امی جان کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''نہیں امی جان! اللہ کا بڑا احسان ہے۔ آپ والدین کی دعائیں ہیں۔ مجھے سب کچھ سمجھ آ رہا ہے۔''

''بس تمہارے ابو جان فکر مند تھے۔ صبح ناشتے کے دوران ہی انہوں نے مجھ سے کہا کہ بچے سے پوچھ لینا۔ کیونکہ ایف اے میں اس کے مضامین اور تھے اور اب تو بالکل ہی بدل چکے ہیں۔ پہلی مرتبہ پڑھ رہا ہے کوئی مشکل ہو تو فوری بتانا۔''

''میں اپنی پڑھائی میں سنجیدگی سے وقت لگاتا ہوں تھوڑا تھوڑا کر کے وقت کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہوں امی جان! اس طرح مجھے مشکل نہیں ہوتی۔ اور اگر ہوتی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور آپ کی دعاؤں سے وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔''

''بس بیٹا! اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے۔ والدین اولاد کے لئے اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔''

میں زمین پر ہی ان کے قدموں پر بیٹھ گیا۔'' امی جی! والدین اولاد کے لئے جو بھی کریں چاہے کسی کی نگاہ میں تھوڑا ہی دکھائی دے لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس تھوڑے میں بھی وہ خلوص اور سچی محبت و شفقت ہوتی ہے جو پوری دنیا میں کسی کے بہت کچھ کر دینے سے بھی عیاں نہیں ہوتی۔ بھلا والدین کا نعم البدل بھی پوری کائنات میں کہیں موجود ہے؟''

وہ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔'' اللہ تمہیں سدا خوش رکھے۔ ہدایت یافتہ رکھے۔ برکات

www.urdupalace.com

سے نوازے۔"

☆.....☆.....☆

زیورات کی صندوقچی جو میرے والد مرحوم نے میرے نام کر رکھی تھی۔ اس وقت چچا جان نے بینک لاکر سے لاکر مجھے میرے ہاتھوں میں تھما دی تھی۔

"بیٹا! یہ کل زیورات ہیں۔ اس میں سونا بھی موجود ہے چاندی بھی موجود ہے۔ میں نے گن لئے ہیں اب تم بھی گن لو۔ اور اس کے بعد اگر بینک لاکر میں واپس رکھنے ہیں تو وہاں رکھ دو ورنہ اگر ان کو بیچ کر نقدی کی صورت میں تبدیل کروا کر اپنے ذاتی بینک اکاؤنٹ میں رکھوانا ہے تو ایسا کر لو۔ مطلب اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

میں نے صندوقچی کھول کر وہ تمام زیورات بغور دیکھے ابو کی ہدایت کے مطابق میں نے سب کو کاغذات میں درج تفصیل کے مطابق دیکھ لیا۔ "ابو جان! سب ٹھیک ہے۔"

"بس پھر اب فیصلہ بھی تمہارے ہاتھ میں ہے کہو گے تو بینک لاکر میں رکھ دیں گے تاکہ بوقت ضرورت کام آ جائیں ورنہ اگر تم چاہو تو انہیں فروخت کر کے نقد رقم بینک میں جمع کروا دو جو منافع کے ساتھ تمہیں بڑھ چڑھ کر مل جائے گی۔" اب میں ابو جان سے اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا تھا کہ منافع اور سود کا فرق کیا ہوتا ہے۔ لیکن میں نے کچھ سوچتے ہوئے چچا جان سے کہا۔ "ابو جان کیا واقعی ان زیورات پر میرا کلی حق ہے؟"

"ہاں بیٹا! یہ بھائی جان نے اپنی عمر بھر میں کمائے تھے اور تمہارے لئے ہی کمائے تھے۔"

"کیا میں اپنے مکمل اختیارات سے انہیں استعمال میں بھی لا سکتا ہوں۔"

"ہاں! بیٹا یہ تمہارے ہی ہیں۔"

"پھر میں نے چچا جان کی جانب بہت ادب اور پیار سے دیکھ کر کہا۔ "یہ میں آپ کو اور امی جان کو تحفہ کرتا ہوں۔" میری یہ بات سن کر وہ ایک لحظہ کے لئے سکتہ کی حالت میں وہیں پر منجمد کھڑے رہے۔ نہ ان کی صورت میں خوشی کے آثار تھے اور نہ ہی کسی اور طرح کا تغیر میں نے ان کے چہرے پر دیکھا وہ بہت آہستہ سے چلتے ہوئے اپنی مطالعہ گاہ کی کرسی پر بیٹھ گئے۔ عینک انہوں نے آنکھوں سے اتار لی۔ خاموش ہو کر انہوں نے اپنے دونوں بازوؤں کی کہنیاں میز پر ٹکا دی تھیں اور دونوں ہاتھوں سے دائیں بائیں گال ڈھانپ کر کچھ سوچنے میں محو ہو گئے۔ میں تیزی سے ان کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ابو جی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"ہاں! ہونہہ!" انہوں نے میری جانب سنجیدگی سے دیکھا ایک پھیکی مسکراہٹ تھی جو ان کے چہرے پر آئی اور آ کر واپس کہیں غائب ہو گئی۔

"پھر آپ کیا سوچ رہے ہیں ابو جی؟" "کیا ایک بیٹا باپ کو..... ماں کو اپنے والدین کو تحفہ نہیں دے سکتا۔" انہوں نے میری اس بات پر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بالکل دے سکتا ہے ٹھیک ہے چلو دیکھیں کہ اس صندوقچی میں ہے کیا۔" وہ اٹھے اور پھر اس صندوقچی کو کھول کر اس میں سے ایک نیلے رنگ کی انگوٹھی نکالی۔

"یہ دیکھو بیٹے۔" میں دلچسپی سے اس انگوٹھی اور ابو جان کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ انگوٹھی میں نے بھائی جان کی موت کے بعد ان کی انگلی سے اتار لی تھی اور پھر اس صندوقچی میں ڈال دی تھی تاکہ جب تم اس صندوقچی کی بضاعت کے اہل ہو جاؤ گے تو تمہیں تمہارے باپ کی آخری نشانی بھی مل جائے گی۔" میں نے دیکھا کہ ابو جی یہ کہتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے تھے۔ شاید وہ گیارہ سال پیچھے اس دن کو یاد کر کے رو پڑے تھے جب ان کے بڑے بھائی اپنی جان کی بازی ہار گئے تھے اور یہ تن تنہا ان کا بے جان جسم لینے روانہ ہوئے تھے وہاں انہوں نے میرے حقیقی ابو کی بے جان انگلی سے یہ انگوٹھی نکال لی تھی۔ یہ خیال ہی میرے لئے بڑا اذیت ناک بن گیا۔ میں اپنے چچا کے ساتھ جڑ گیا تھا وہ بھی مجھے اپنے ساتھ یوں جڑا دیکھ کر سنبھل گئے۔ "بیٹا! یہ دیکھو! غور سے! اس انگوٹھی کو ہارڈ

www.urdupalace.com

پلاسٹک سے بنایا گیا ہے اس کے اندر آسمانی فیروزے کا پتھر ہے۔ اور یہ پتھر صحیح سے تراشا نہیں گیا۔ فیروزے کے پتھر کو گولائی کی صورت دینے کی بجائے تکون کی صورت دی گئی ہے میرا خیال ہے کہ یہ بھی بھائی جان نے ہی اپنے ہاتھ سے تراشا ہوگا۔ کیونکہ وہ ان قیمتی پتھروں کو باآسانی تراش کر انگوٹھیوں، بالیوں اور ہاروں میں پرونے کا فن جانتے تھے۔ چلو! ایسا ہے کہ تمہاری دل جوئی کے لئے اور اپنے بھائی کی آخری نشانی کے طور پر میں یہ انگوٹھی تمہاری اور بھائی جان کی طرف سے تحفہ سمجھ کر قبول کر لیتا ہوں۔'' میں نے انگوٹھی کو بغور دیکھا۔ ہارڈ پلاسٹک کی تو کوئی خاص قیمت نہیں تھی۔ اور رہا فیروزے کا وہ چھوٹا سا پتھر۔ اس کی بھی کوئی خاص قیمت نہیں تھی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ ابو جی نے زیورات اپنی ذات کے لئے لینے سے اس انداز میں مجھے انکار کر دیا تھا میں نے اپنے چہرے پر کسی طرح کا کوئی تاثر قائم نہ کیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ابو جی کا دل نہ ٹوٹ جائے۔'' پھر زیورات تو عورتوں کے لئے ہی بنتے ہیں ابو جی! ایسا کرتے ہیں کہ انہیں امی جی کو دے دیتے ہیں۔''

''ہاں! یہ رائے قابل قبول ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولے۔ انہوں نے انگوٹھی اپنی انگلی میں پہن لی۔ جیسے ہی انہوں نے انگوٹھی اپنی انگلی میں پہنی تو باہر آسمان پر بجلی شدت سے کوندی تھی۔ ہم دونوں باپ بیٹا تقریباً ڈر ہی گئے۔ ہم تو چونک ہی اٹھے تھے۔ اور ساتھ ہی آسمان پر بادلوں کے زور سے گرجنے کی آواز سنائی دی۔

''لو! لگتا ہے بارش آنے والی ہے۔'' ابو جی نے کھڑکی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''بہت زور کا بادل گرجا ہے ابو! امی ڈر گئی ہوں گی۔ ہمیں ان کے پاس جانا چاہئے۔ لائیں! میں صندوقچی امی جان کے حوالے کر کے آؤں۔''

''چلو!'' یہ کہہ کر دونوں گھر کے بڑے سے مہمان خانے کی طرف آ گئے جہاں امی جان عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے خوف کے عالم میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی بارش کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ وہ پوری آبادی کی حفظ و امان کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر انہوں نے ہاتھ منہ پر پھیرے اور ہماری طرف متوجہ ہو گئیں۔

''آپ دونوں اس بڑے سے گھر میں خود تو اکٹھے جانے کہاں بیٹھ جاتے ہیں اور مجھ غریب کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔'' یہ سن کر ابو جان نے امی جان کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں بیگم! یہ دیکھو! تمہارا بیٹا تمہارے لئے تحفہ لایا ہے۔'' میں نے خوش ہوتے ہوئے صندوقچی امی کے قدموں میں رکھ دی۔ ابو جان مسکراتے ہوئے ہم دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ امی نے صندوقچی کو حیرت سے دیکھا اور پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ میں نے صندوقچی کا اوپر والا ڈھکنہ کھول دیا۔ اتنے سارے زیورات دیکھ کر امی جی کا منہ مارے حیرت اور خوشی کے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''خزانہ؟'' وہ بولیں۔ ''یہ تمہیں کہاں سے ملا؟''

''یہ اسے اس کے باپ کے ترکے میں ملا ہے اور اب اس کا یہ کہنا ہے کہ یہ تمہیں تحفہ کرے گا۔ سو تم اب یہ تحفہ بخوشی قبول کر لو۔'' ابو جان نے خوش دلی کے ساتھ کہا۔ انہوں نے امی کی جانب دیکھتے ہوئے ہنس کر اپنی آنکھوں سے ایسا اشارہ بھی کیا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ کچھ کہے بغیر اسے قبول کر لیں۔ میں نے خود ان کو اشارہ کرتے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھا تھا۔ امی نے فوراً صندوقچی کا منہ بند کر دیا اور ڈھیروں دعائیں مجھے دیں۔

ساتھ میں مجھے اپنے سینے سے لگا کر ماتھے کو چوما اور پھر آسمان کی طرف ہاتھ کر کے دعائیں دیتی رہیں۔ میرے دل میں سکون و طمانیت کی وہ لہریں دوڑیں جو شاید کبھی زندگی میں مجھے پہلے نصیب نہ ہوئی تھیں۔ میں وہاں سے یہ کہہ کر اپنے کمرے کی جانب خوش دلی سے لوٹا تھا۔ ''میں نے ابھی کالج کا ہوم ورک کرنا ہے ابو۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر میں مہمان خانے سے باہر نکل آیا تھا لیکن دروازے کی ٹوہ لے کر کھڑا ہو گیا تھا تاکہ اپنے والدین کو خوش ہوتا دیکھ

www.urdupalace.com

سکوں۔ لیکن میری خوشی اس وقت ہواؤں میں تحلیل ہوگئی جب میں نے امی ابو کو آپس میں یہ کہتے سنا۔

''اب تم ان زیورات کا کیا کروگی بیگم؟'' ابو جان نے امی جی سے پوچھا تھا۔

''میں انہیں، اپنے بنیامین کی دلہن کے لئے سنبھال لوں گی۔'' وہ خوش دلی سے بولیں۔ ''یہ زیورات پہن کر وہ کتنی پیاری لگے گی۔ یہ میرے بنیامین کا حق ہے میرے لال کا۔ میرے بچے کا۔''

''مجھے تم سے یہی امید تھی بیگم۔'' میرے ابو جی نے امی کے کاندھوں سے اپنی ایک بازو کا حصار بنا کر انہیں اپنے ساتھ جوڑ لیا تھا۔

''تو اور کیا؟ میں بڈھی کھاڑی کیا ان زیورات کو پہن کر پھرتی اچھی لگوں گی؟ اور پھر آپ ہی تو میرا زیور ہیں جی۔ ! میرا آپ کے اور بنیامین کے سوا دنیا میں ہے ہی کون؟''

میں دل ہی دل میں ایک بات سوچتا ہوا اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ کالج کا ہوم ورک تو میں نے کیا خاک کرنا تھا۔ میں بستر پر دراز ہو کر ایک ہی بات سوچتا رہا۔

''ماں باپ سے بڑھ کر دنیا میں بھلا کوئی ہو سکتا ہے جو اتنا مقدم ہو۔ یہ ہوتے ہیں ماں باپ! تمام عمر اپنا آپ بھلائے بیٹھے فقط اپنی اولاد کا سوچتے جاتے ہیں۔''

باہر بارش بہت تیزی سے، زور و شور کے ساتھ شروع ہو چکی تھی۔ اور میں تمام رات آنکھوں میں آنسو لائے فقط یہی دعا پڑھتا رہ گیا۔

''اے میرے پالنے والے ان کے ساتھ ایسے ہی رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے ساتھ کیا تھا جب میں چھوٹا تھا۔''

☆.....☆.....☆

بی کام میں نے امتیازی نمبروں سے مکمل کر لیا تو ابو جی نے مجھے آگے ایم بی اے میں داخلہ لینے کا حکم دیا۔ اب وہ اکثر دفتر سے چھٹی لے کر گھر پر رہنے لگ گئے تھے انہیں کوئی مرض لاحق ہو گیا تھا لیکن ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کون سا مرض لاحق ہو چکا ہے امی جان نے بھی ان سے کتنی بار دریافت کیا تھا کہ کہیں نہیں کوئی سوچ تو نہیں ہے کوئی پریشانی تو نہیں ہے لیکن ابو جان نے دل کی کشادگی اور سچائی کے ساتھ ہم دونوں ماں بیٹا پر واضح کر دیا تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی اور وہ خود بھی اس مرض کے آگے بے بس تھے۔

انہیں تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ مرض ہے کیا؟ کبھی کھانسی کا ایسا دورہ ان پر لاحق ہوتا کہ ٹلنے کا نام نہ لیتا تو کبھی شوگر اتنی ہائی ہو جاتی کہ لاکھ ادویات کے استعمال پر نہ سنبھلتی۔ کبھی غشی کے دورے پڑتے تو کبھی بلڈ پریشر اتنا ہو جاتا کہ چڑھتا تو نیچے آنے کا نام ہی نہ لیتا۔ ٹیسٹ کروا چکے تھے لیکن رپورٹ سب

نقصان

دوسری جنگ عظیم کے دوران ایک فرانسیسی ہوا باز اپنا جہاز رن وے پر اُتارتے ہوئے بہت خوش تھا۔ نیچے عملے نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ایک ایئر مین اس کی وردی اور ہیلمٹ اُتارنے میں اس کی مدد کرنے لگا۔ اس نے بڑے جوش سے کہا۔ ''آج میں نے جرمنوں کا بہت نقصان کیا۔ دو طیارے گرائے، ایک آبدوز تباہ کی اور ایک بحری جہاز تباہ کیا۔''

''لیکن سر آپ سے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔''

''وہ کیا بھئی۔''

ہوا باز نے جواب دیا۔ ''وہ یہ کہ آپ غلطی سے جرمنوں کے ہوائی اڈے پر ہی لینڈ کر گئے ہیں۔''

(شہباز احمد۔ ایبٹ آباد)

www.urdupalace.com

ٹیسٹوں کی ٹھیک آتی۔ شوگر کا مستقل عارضہ بھی انہیں نہ تھا۔ یہ بھی کبھی کبھار جزوقتی ہو جاتا۔ ڈاکٹروں نے فقط احتیاطی تدابیر بتادی تھیں لیکن میں نے عمیق نگاہوں سے جب ابو جان کے روز وشب پر ان کے معمولات زندگی۔ خوراک واٹھک بیٹھک پر غور کیا تو مجھے ایک بات نے ذہنی پراگندگی میں مبتلا کر دیا تھا میرے مشاہدے میں یہ بات آئی تھی کہ ویسے تو ابو جی وہ فیروزے والی انگوٹھی ہر وقت نہیں پہنے رکھتے تھے لیکن جب وہ یہ انگوٹھی ایک وقت مقرر تک پہنے رکھتے تو پھر ان کی صحت پر عجیب سے اثرات مرتب ہونے لگتے تھے۔

میں ایک پڑھا لکھا نوجوان تھا۔ اب میری عمر بھی بائیس سال تھی میں توہم پرست تو نہ تھا لیکن ابو جان کی گرتی ہوئی صحت اور اس واہمے نے کہ یہ سب ہونہ ہو اسی انگوٹھی کی وجہ سے ہو رہا ہے میرا سوچنے کا انداز یکسر تبدیل کر دیا تھا بالآخر میں نے اس بات کا ذکر اپنے دوستوں سے کرنے کی ٹھانی تھی۔ میں ابھی یہ بات ابو جان یا امی جان سے نہیں کرنا چاہتا تھا میرے قابل اعتماد دوستوں میں صرف ناصر ایسا دوست تھا جو میرا راز دار بھی تھا کالج میں بی کام کے بعد وہی ایک تھا کہ جس سے میری ملاقات کا سلسلہ ہنوز جاری وساری تھا۔ ہم دونوں اکٹھے ایم بی اے میں بھی ساتھ ساتھ پہنچ چکے تھے۔ جب کیمپس سے ہم فارغ ہو کر باہر نکلے تو میں نے اسے چائے پر مدعو کیا۔ ہم دونوں یونیورسٹی کے کیمپس سے ملحقہ ایک کینٹین میں آمنے سامنے کرسیوں پر جا بیٹھے تھے۔ ہمارے درمیان چھوٹی سی میز حائل تھی جس پر کینٹین والے نے دو کپ چائے کے رکھ دیئے تھے۔

"یار! میں آج کل ایک عجیب سی پریشانی میں مبتلا ہوں۔" میں نے بات کا آغاز کیا تو اس نے بغور میری جانب دیکھ کر پوچھا۔

"کیسی پریشانی؟" اور پھر میں نے اپنے دل کے سارے خدشے کو صاف صاف بیان کر دیا۔ وہ کچھ دیر تک سوچوں میں گم بیٹھا رہا۔ اور پھر اس نے میری طرف آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔ "اگر میں یہ کہوں کہ یہی بات تم میرے والد صاحب سے کرو کیا تم کر سکو گے؟"

میں اس کے یوں پوچھنے کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں یہ راز اگر اس کے والد سے بانٹوں تو از خود بات کر کے ان کی صلاح لے سکتا ہوں۔ شاید وہ خود اس معاملہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ پایا تھا۔

"ہاں یار ناصر! میں تیار ہوں۔" میں نے اس سے اقرار کرتے ہوئے کہا۔ اور ویسے بھی میں جانتا تھا کہ ناصر کے والد صاحب کا درویشی وپیری کی طرف جھکاؤ بھی بہت تھا وہ ایک خانقاہی انسان تھے۔ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ میں کئی مرتبہ ان سے مل چکا تھا اور ہر ملاقات میں، میں ان سے کافی متاثر ہوا تھا۔

"تو پھر یوں کرو کہ دیر نہ کرو۔ ابھی میرے ساتھ گھر چلو اور ابو جی سے مل لو۔ وہ دفتر سے پورے گھنٹے بعد واپس ہوں گے۔ تم اپنے گھر اطلاع کر دو تا کہ تمہارے امی ابو تمہارے لئے پریشان نہ ہوں۔" اس نے میری طرف اپنا سیل فون بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں بھی اپنا سیل فون یونیورسٹی آتے ہوئے ساتھ نہیں لیا تھا۔ اور نہ ہی ابھی تک کوئی سواری ہی ابو جی نے مجھے لے کر دی تھی ان کا کہنا تھا کہ پہلے مجھے پڑھ لکھ کر زیور تعلیم سے آراستہ ہونا چاہئے تھا اور اس دوران عام لوگوں کی طرح معاشرے میں رہنا چاہئے تھا۔ وہ میرے اندر امیر زادوں والی شان نہیں دیکھنا چاہتے تھے جو دوسروں کی کسی طور سے دل آزاری کا سبب بنے۔ وہ تو اکثر کہا کرتے تھے کہ "جو بات عام ہونے میں ہے وہ خاص ہونے میں نہیں ہے بیٹا..... عام ہونے میں ہی تو دراصل خاص بات پوشیدہ ہے۔" ان کی باتیں ان کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ تھیں اور میں اندھے ہو کر ابو جی کی ہر بات کو نہ صرف غور سے سنتا تھا بلکہ فوری ان پر عمل پیرا بھی ہو جایا کرتا تھا ایک دفعہ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا۔ "بیٹا! جس راہ سے باپ ٹھوکریں کھا کر گزر چکا ہے اس پر جب بیٹا چلنا شروع کرتا ہے تو باپ اسے اس راستے کے ہر پتھر سے پیشگی مطلع کر دیتا ہے تا کہ بیٹا ٹھوکر نہ

www.urdupalace.com

کھائے۔ بلکہ احتیاط سے وہاں سے بلاٹھوکر کھائے نکل جائے۔ اس لئے بڑوں کے تجربے کی روشنی سے سیکھنا چاہئے۔ اس طرح وقت بھی بچ جاتا ہے اور تم لوگ ہم سے بھی آگے بڑھ سکو گے۔'' وہ اکثر باتیں کر کے مجھے رہنمائی دیا کرتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ناصر کے ہمراہ اس کی گاڑی میں سوار ہو کر اس کے گھر پر تھا اور پھر کچھ منٹوں کے بعد اس کے ابو بھی گھر واپس آ گئے تھے۔ لباس تبدیل کر کے ناصر نے جب یہ بتایا کہ میں بھی ساتھ ہوں تو وہ مہمان خانے تک آ گئے تھے۔ ہم تینوں ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ وہ ہم دونوں کے سامنے والے صوفے پر بیٹھے تھے۔ میں نے پورا معاملہ ان کو سنا دیا تو وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔ ''میرا نہیں خیال کہ یہ تمہارا وہم ہو گا بیٹا کیونکہ ہم اپنی زندگی میں اکثر باتوں کو غیر سنجیدگی سے لے لیتے ہیں۔ بالخصوص جب بھی ذکر دین کا ہو۔ ہم غیر سنجیدہ دکھائی دیتے ہیں جب ذکر شادی بیاہ کا ہو۔ ہم غیر سنجیدہ دکھائی دیتے ہیں اور محض ٹھٹھے بازیوں میں معاملہ کو اڑا رہے ہوتے ہیں حالانکہ دو زندگیوں کا معاملہ ہوتا ہے تعلیم کا معاملہ لے لو۔ ہم غیر سنجیدہ ہیں حتیٰ کہ زندگی کے ہر شعبے میں غیر سنجیدگی کے اس رویے نے ہمیں دنیا کی باقی اقوام سے دو سو سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔''

میں خاموشی سے انہیں سنتا رہا۔ وہ نہایت دھیمے لہجے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ اب بھی وہ سپاٹ دھیمے لہجے میں مجھ سے بات کر رہے تھے۔ ''میرا خیال ہے کہ تم میرے ساتھ کل دوپہر کا وقت نکال کر ایک مرتبہ میرے حضرت کے پاس چلے چلو! وہاں یہ مختصہ بیان کرنا، ہو سکتا ہے کہ کوئی خاطر خواہ جواب وہاں سے مل جائے اور پھر ہو سکتا ہے کہ یہ محض تمہارا وہم ہی ہو۔''

''جی ضرور انکل۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''کل میں دو پیریڈ چھوڑ دوں گا آخری والے۔''

''یہ تو کرنا پڑے گا۔'' انہوں نے میری طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ان کی مسکراہٹ بہت دلنشین تھی۔

''میں بھی دفتر سے جلدی آ جاؤں گا بلکہ ناصر! تم بھی بنیامین کے ساتھ چھٹی لے کر آ جانا۔'' تینوں اکٹھے ہی نکل چلیں گے۔ پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

''ایسا کرو کہ کل کے لئے صرف..... اپنے ابو جان سے وہ انگوٹھی مانگ لو۔ اور ہو سکے تو وہ انگوٹھی بھی پیر صاحب کو دکھا دینا یہ زیادہ مناسب رہے گا۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا میرے خیال میں بھی یہ عین مناسب بات تھی۔ اس طرح انگوٹھی دیکھ کر بھی حضرت صاحب اس بات کی نشاندہی کر سکتے تھے کہ آیا اس انگوٹھی میں کوئی بد اثرات ہیں۔ یا یہ محض میرا وہم ہی ہے کہ یہ انگوٹھی میرے ابو جی پر برے اثرات مرتب کر رہی ہے۔

☆.....☆.....☆

حضرت صاحب کے آستانے پر جب ہم اگلے روز دوپہر کے وقت پہنچے تو وہاں کچھ صاحبان پہلے سے موجود تھے۔ حضرت جی نے ہمارے مقرر کردہ وقت پر ہی ہمیں اندر مہمان خانہ میں بلا لیا تھا۔ ہم تینوں زمین پر قالین کے ساتھ لگائے گئے گاؤ تکیوں کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ ناصر کے ابو نے تفصیلی بات پہلے سے ہی ان بزرگوں سے کر دی تھی۔ میں ان حضرت کو دیکھنے سے قبل یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی چھوٹی سی داڑھی والے اونچی ٹوپی یا پگڑی والے چوغا پہنے گلے میں ہندو جوگیوں کی مانند موٹے دانے والی مالائیں پہنے ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں سجائے کوئی پیر صاحب ہوں گے لیکن یہاں تو ایک باشرع، چار لباس والا سادہ سا انسان بیٹھا تھا۔ سفید شلوار کرتا۔ اور سفید ٹوپی، مکمل ایک مشت برابر کی ریش تھی ان کی چہرہ نورانی اور مسکراہٹ دل نشین لبوں پر سجائے وہ اپنی ہیرے جیسے چمکتی آنکھوں سے میری جانب دیکھ کر بولے تھے۔ ''کیا آپ انگوٹھی ساتھ لائے ہیں؟'' میں نے جیب سے وہ نیلے رنگ کی انگوٹھی نکال کر ان کی طرف بڑھا دی تھی۔ انہوں نے اس انگوٹھی کو ہر جانب سے دیکھا اور پھر نیلے آسمانی فیروزے کی

www.urdupalace.com

جانب وہ کافی دیر تک اپنی عمیق نگاہوں سے گھورتے رہے۔ پھر وہ انگوٹھی میری جانب واپس لوٹا کر انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”بیٹے! آپ اپنے ابو جان سے کہیں کہ سات دن یہ انگوٹھی نہ پہنیں اور اگر اجازت لے لیں تو یہ انگوٹھی اس فقیر کے پاس سات دن کے لئے چھوڑ دیں۔ بندہ استخارہ کر کے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرلے گا۔“

مجھے ان کی یہ بات دل کو بھا گئی تھی۔ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے۔ مجھے امی جان نے یہی بتایا تھا کہ حضور نبی کریمؐ نے استخارہ کا جو مسنون طریقہ بتایا ہے وہ سات دن تک نفل استخارہ پڑھ کر سونا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے کسی معاملہ پر مشورہ یا سوال کا جواب طلب کرنا۔ میں نے ان سے حامی بھر لی کہ اگر میرے ابو جان نے اجازت دے دی تو میں یقیناً یہ انگوٹھی ان کے حوالے کردوں گا تاکہ وہ میرے اس وہم کو دور کرسکیں کہ یہ انگوٹھی میرے ابو جان کی صحت پر برے اثرات مرتب کرنے کا کوئی سبب ہے۔

ہم تینوں وہاں سے واپس ہولئے تھے۔ میں ناصر اور اس کے ابو جان کا شکریہ ادا کر کے واپس گھر آ گیا تھا۔ اب مجھے ابو جان کا انتظار تھا۔ ویسے میں نے گھر آ کر امی جی کو آج دن بھر کا احوال کہہ سنایا تھا تاکہ وہ ابو جان سے اصرار کرسکیں کہ سات دن کے لئے یہ انگوٹھی وہ حضرت صاحب کو دے دیں۔ مجھے یہ خدشہ بھی تھا کہ ابو جان اپنے مرحوم بھائی کی آخری نشانی دینے سے انکار نہ کردیں۔ لیکن جب ابو جان گھر لوٹے تو جب انہیں امی جان نے ساری تفصیل اور میری دلی کیفیت کے بارے میں تمام حال احوال بتایا تو وہ سوچوں میں گم ہو گئے۔ انہوں نے اس معاملہ میں کوئی سدراہ کھڑی نہ کی۔ بلکہ الٹا مجھے بہت زیادہ پیار و محبت کے ساتھ اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ مجھے ان کے سینے سے اٹھتی ہوئی وہ پدری شفقت کی گرمی بہت پرسکون لگی تھی۔ میں دنیا و مافیا کو اس شفقت بھری حرارت کے لئے قربان کرسکتا تھا۔

☆.....☆.....☆

پورے سات دن بعد جو انکشافات میرے سامنے آئے وہ دل کو چھلنی کردینے کے لئے کافی تھے۔ یہ انگوٹھی دراصل شیطانی چھلا تھا اس انگشتری کے فیروزے میں نظر آ رہا تھا۔ لیکن دراصل یہ شیطان کی مہر تھا۔ میرے لئے یہ انکشافات بہت حیران کن تھے۔ پھر حضرت نے وہ انگوٹھی اپنی انگلی پر پہنے بغیر محض اس کے چھلے کو پکڑتے ہوئے وہ انگوٹھی ایک سادہ کاغذ پر دبائے رکھی اور پھر جب وہ کاغذ ہمارے سامنے کیا تو اس پر عجیب سا نقش ابھرا۔

یہ ایک ایسی صورت تھی جس پر ایک چہرے کی پھیلی ہوئی نوک دار آنکھیں بنی ہوئی تھیں اس کے دو بیل نما سینگ تھے۔ دونوں کان چونچ دار تھے۔ دانت باہر کی جانب نکلے ہوئے اور منہ کے کونوں سے نہایت نوکیلے اور بڑے بڑے سے۔ اس کی بھنویں اوپر کی جانب اٹھتی ہوئی سی تھیں۔ اس کاغذ پر یہ خوف ناک صورت دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ فیروزے کی اوپری سطح کھردری کیوں تھی اسے بہت گہرائی والی نظر سے دیکھ کر ہی کوئی یہ جان سکتا تھا کہ نگوں کے اندر دراصل ایک شبیہ ہے۔ اور یہ شبیہ واضح طور پر شیطان کی شبیہ تھی۔

ناصر اور اس کے ابو جان بھی یہ سب اپنی نظروں کے سامنے دیکھ رہے تھے۔ ناصر کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑ رہی تھیں میری حالت بھی اس کی حالت سے مختلف نہیں تھی۔ البتہ ناصر کے ابو نہایت سنجیدگی سے اس شبیہ کو دیکھ رہے تھے۔ میں تو آگے کچھ بول نہیں پا رہا تھا کیونکہ میری سمجھ میں ابھی تک یہ معاملات نہیں آ رہے تھے۔ ویسے بھی میں روحانی دنیا کا آدمی نہیں تھا۔ مجھے یوں سوچوں میں گم سم دیکھ کر ناصر کے ابو جان نے حضرت صاحب سے دریافت کیا۔ ”حضرت! کیا اس انگوٹھی پر شیطانی اثرات ہیں۔ اور اگر ایسا ہے تو پھر ان کو زائل کرنے کا کوئی طریقہ؟“

پھر حضرت نے ہم تینوں کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہنے لگے ”بات یہ ہے کہ اس انگوٹھی کو شیطان نے

www.urdupalace.com

خاص طور پر انسانوں کو اپنے دام میں جکڑنے کی غرض سے بنا رکھا ہے۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ جو لوگ کسی وجہ سے حرص وہوس زر، زن یا زمین میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بنائی تقدیر سے راضی نہیں ہوتے یوں وہ الٹے ہتھ کنڈے استعمال کر کے اپنی تقدیر کے ساتھ کھلیان کرنے لگتے ہیں تو زندگی کی راہ میں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی شکل میں ابلیس ان سے ملتا ہے۔ وہ ان سے معاہدہ کرتا ہے یہ لوگ جو حارص ہوتے ہیں اس کے جال وفریب میں پھنس جاتے ہیں یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کا کام بائیاں ہاتھ استعمال کرنے سے بن جائے گا لیکن دراصل وہ لعین ان سے زندگی کی برکات کو چھین لیتا ہے اور یوں یہ کچھ لوگ زر، زن اور زمین ان سے ترمتقذ کے حصول جس کے لئے بھی یہ سب کر گزرتے ہیں۔ اسے حاصل کر کے بھی خوش نہیں ہوتے اور عجیب النوع طرح کی زندگی میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں اور عجیب انداز میں اچانک موت کا شکار بھی ہو جاتے ہیں دراصل یہ لوگ شیطان لعین کے لئے بنائی ہوئی دوزخ کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ جبکہ ابتداء میں دوزخ صرف شیطان کے لئے بنائی گئی تھی۔ لیکن پھر جب اس نے کہا کہ اے اللہ میں اپنے کالے کرتوتوں میں انسانوں کو بھی اپنے ساتھ ملالوں گا تو پھر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ دیا کہ ٹھیک ہے! ملالینا! جو تیرے ساتھ ملیں گے، میں انہیں بھی تیرے ساتھ دوزخ کا ایندھن بنا دوں گا"

"کیا شیطان بنفس نفیس انسانوں کو بہکاتا ہے؟" میرے ذہن میں سوال آیا تو میں نے حضرت سے کر دیا تھا کیونکہ ان کی یہ باتیں میرے لئے بالکل نئی تھیں میں نے بھی کورس کی حد تک اسلام پڑھ رکھا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ پوری قوم کی طرح اسلامیات اور مطالعہ پاکستان جیسے متفظر مین کبھی سیر حاصل وقت میں نے بھی نہیں لگایا تھا۔

میرے اس سوال پر انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "ایسا ممکن ہو بھی سکتا ہے لیکن عمومی طور سے ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ شیطان کا کام عقل پر اور دل پر حملہ کرنا ہے۔ یہ صرف دور سے ہی تصرف کرتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی چاروں کتب میں موجود ہے کہ شیاطین تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہ انسانوں میں سے بندوں کو چنتے ہیں۔"

"کن بندوں کو چنتے ہیں، حضرت؟" میں نے دوبارہ سوال کیا۔ تو انہوں نے وضاحت پیش کی۔ "جن بندوں کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا ہوتا۔" پھر انہوں نے وہ انگوٹھی میری طرف بڑھا کر کہا۔ "اپنے ابو جان سے کہنا کہ یہ انگوٹھی وہ کسی دریا میں بہا دیں۔ اسے قطعی نہ پہنیں۔ کیونکہ جو شخص اس انگوٹھی کو پہنے گا، وہ یقیناً ناگہانی موت مرے گا۔" یہ سن کر میرے دماغ میں فوری میرے آنجہانی والدین کی یادیں تازہ ہوگئی تھیں۔ مجھے دل کی بے چینی نے گھیر لیا تھا میرے بے چین چہرے کے تاثرات کو غالباً حضرت جی نے پڑھ لیا تھا وہ میری جانب مسکرا کر بولے۔ "کیا ہوا بنیامین بیٹا؟ تمہارے چہرے پر بے قراری کیوں آ گئی ہے؟"

میں نے ہچکچاتے ہوئے ان کو جواب دیا۔ "حضرت! ایک سوال میرے دل میں کہیں اٹک گیا ہے۔ جس کا جواب اگر مرہمت فرمادیں۔"

"ہاں...... پوچھو...... یہاں آ کر کوئی ہچکچاتا نہیں۔ جو تمہارے دل میں ہے پوچھو۔" وہ نہایت دوستانہ انداز میں گویا ہوئے تھے۔ تب میں نے اپنے دل کا ہیجان دور کرنے کی غرض سے سوال کیا۔

"حضرت! میں اس انگوٹھی کی نحوست کی وجہ سے آج اپنے والد اور والدہ کے سایہ رحمت سے محروم ہوا ہوں۔ وہ شیطان صفت درندہ نما انسان کون ہے جس نے یہ انگوٹھی بنائی اور انسانوں میں پھیلا کر ان کی زندگیوں سے کھیل رہا ہے؟ کیا یہ راز معلوم ہو سکتا ہے؟" وہ میری بات سن کر قدرے سنجیدہ ہو گئے تھے ناصر کے ابو جان بھی میری طرف سنجیدگی سے دیکھے تھے۔ ناصر بھی میری طرف مغربی تعلیم یافتہ نوجوان تھا۔ وہ دل ہی دل میں میرے سوال پر مجھے داد دے رہا تھا۔

www.urdupalace.com

حضرت نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”اپنے والدین سے اجازت لے کر روزانہ مغرب کے بعد سے صبح فجر تک میرے ساتھ چالیس دن رہو۔ تمہارے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ تمہیں خود دے دے گا۔ طریقہ میں بتا دوں گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف اللہ کی کتاب پڑھائی جاتی ہے اور اللہ کا ذکر کروایا جاتا ہے۔ بس! ایک بات کا خیال رہے کہ سفید رنگ کے لباس میں آنا۔ باقی اگر اللہ پاک نے قبول کیا اور اس کی رضا شامل حال رہی تو آگے کے معمولات تمہیں یہ فقیر بتا دے گا۔“ اور پھر انہوں نے ناصر کے ابو جان کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے کہا۔

”صوفی صاحب! آپ بھی اگر چالیس ایام اپنی مصروف زندگی سے نکال لیں تو کیا خواب ہو جائے۔ خوب گزرے گی جل بیٹھیں گے دیوانے دو۔“ پھر حضرت میری جانب دیکھتے ہوئے ہولے سے ہنس کر دوبارہ بولے۔ ”دو نہیں بلکہ اس مرتبہ دیوانے تین ہوں گے۔“ ان کی یہ بات سن کر ناصر کے ابو جان نے ناصر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ ”حضرت! اسے بھی قبول فرما لیتے۔“ میں نے ناصر کی طرف دیکھا تو وہ قدرے پھیکا سا منہ بنا کر رہ گیا تھا۔ حضرت نے ناصر کے ابو جان سے فقط اتنا کہا تھا۔ ”دین میں جبر نہیں۔ اور یاد رہے کہ ہمارا کام فقط دعوت حق دینا ہے۔ ہدایت مانگنے والے کو عطا ہوتی ہے۔ بنا مانگے محبت الٰہی کا جام دربار پاک سے کبھی عطا نہیں ہوتا۔“

☆.....☆.....☆

میں نے حضرت سے اپنی ساری ملاقات کی تفصیل ابو جان اور امی جان کو گھر واپس آ کر من و عن سنا دی تھی جس پر ابو جان نے مجھے کاندھے پر ہلکے سے تھپتھپاتے ہوئے داد و تحسین دی تھی میں نے انہیں بھی ساتھ چلنے کو کہا تو وہ بولے۔ ”میں دفتر سے کافی چھٹیاں کر چکا ہوں ورنہ میں بھی تمہارے ساتھ وہاں چالیس دن اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتا۔ اب تو دفتر والے مجھے چھوڑیں گے بھی نہیں۔“ انہوں نے مجھے حضرت کے ساتھ مغرب سے فجر تک رہنے کی اجازت دے دی تھی سب سے اہم بات یہ تھی کہ ابو جان نے اپنے طور پر حضرت کے بارے میں بہت سی تفصیل معلوم کر لی تھی ان کے دفتر میں بھی حضرت جی کے دو تین عقیدت مند موجود تھے۔

ایسا انہوں نے اس لئے کیا تھا کہ آج کے دور میں بزرگی، پیری، فقیری کے نام پر اکثریت نے دکانداری سجا رکھی تھی۔ یہ آج ہی کے دور کا المیہ نہیں بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تو باقاعدہ اس راہ کے ملاوٹیوں اور بہروپیوں کے خلاف اپنے وقت میں علم جہاد بھی بلند کر رکھا تھا۔ یہ باتیں علمی سطح پر ہی ان لوگوں کو معلوم تھیں جو علماء اسلام ہیں ورنہ اعوام تو اس حقیقت سے ہی دور تھی کہ جس خوش نصیب امت کے بیچ میں اللہ کی کتاب موجود ہو تو پھر ان کے مسائل کا حل سوائے کتاب اللہ کی مکمل پیروی کے اور کہاں مل سکتا تھا۔ بہر حال والدین کی اجازت سے میں نے حضرت کی صحبت میں مغرب تا فجر وقت گزارنا شروع کر دیا۔ حضرت نے اس دورانیے میں مجھ پر کوئی خاص پابندیاں نہیں لگائی تھیں۔ انہوں نے مجھ پر نماز کی پابندی کرنے پر زور دیا۔

چونکہ نماز کی پابندی تو میں یوں بھی کرتا تھا تو انہوں نے مغرب کی نماز کے بعد مجھ پر چھ نوافل اوابین کے پابندی سے پڑھنے کا حکم دیا ان چھ نوافل کے بعد مختصر بیان دے کر حضرت ذکر الٰہی جو کہ اللہ کے ذاتی نام پر مبنی ہوتا تھا وہ کراتے۔ ہم صفوں میں بیٹھتے سیدھی قطاروں میں اور عشاء کی نماز سے تھوڑا پہلے تک ”اللہ ہو..... اللہ ہو..... اللہ ہو“ کی ضربیں اپنے قلب پر لگاتے اور اس پاک ذات کا نام دل ہی دل میں لیا کرتے تھے۔ یہاں رہتے ہوئے میں نے ایک بات سیکھی کہ حضرت کے قلب کی اصلاح اور اخلاقیات پر بھرپور زور دیا جاتا تھا۔ حضرت تہجد کے وقت سب کو اٹھا دیا کرتے تھے اور فجر کی اذان تک ایک ڈیڑھ گھنٹہ پھر ذکر الٰہی میں مشغول کرتے۔ تہجد کی نماز بھی اس

www.urdupalace.com

عرصہ میں باقاعدگی سے پڑھائی گئی تھی یہاں تین باتوں کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ قلیل کلام، قلیل طعام اور قلیل آرام۔ ہمیں ہر وقت دل ہی دل میں جی حضور پیدا کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ یعنی اس طرح سے ہر سانس لو کہ ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو۔ بلکہ توجہ تو اس بات کی دی گئی تھی کہ دنیا کے ہر لمحے ایسے زندگی گزارو جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر بالغرض نہیں دیکھ رہے جیسا کہ واقعی میں نہیں دیکھ سکتے تو کم از کم اتنا ہی سوچ کر زندگی گزاروں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات تو تمہیں دیکھ رہی ہے۔

یہ چند باتیں میں نے ان دنوں میں حضرت کے پاس رہتے ہوئے سیکھی تھیں مجھے صبح اذان اور نماز فجر کے دوران دو سنتوں کے بعد خصوصی طور پر تاکید کی گئی تھی کہ میں سورۃ یٰسٓ شریف کی تلاوت کروں۔ البتہ عشاء کی نماز کے بعد مجھے ایک وظیفہ پڑھنے کی تلقین کی گئی تھی جو بمشکل پندرہ منٹ میں، میں پڑھ کر سو جایا کرتا تھا۔

پھر دن یونہی گزرتے رہے۔ مجھے نہ تو خواب میں کوئی اشارہ ہوا اور نہ ہی کسی مافوق الفطرت ذریعہ سے ہی میں اس شخص کے متعلق جان سکا جس کی وجہ سے شیطانی انگوٹھی کی نحوست کی بداثر نے میرے والدین کی جان لے لی تھی۔ پھر چالیس دن بھی مکمل ہو گئے ناصر کے والد صاحب و بہت خوش ہو رہے تھے انہیں نا جانے دنیا و مافیا کی کون سی دولت نصیب ہو گئی تھی۔ ان کا چہرہ لال سرخ ہوا جاتا تھا۔ پہلے سے کہیں زیادہ چمک میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھی۔ چہرے کا نور بھی دوگنا ہو چکا تھا جن حضرات نے اس دوران حضرت کے ساتھ یہ وقت گزارا تھا وہ سب ہی تقریباً خوش و خرم دکھائی دے رہے تھے سب ملاقاتی جب وہاں سے رخصت ہو گئے تو میں حضرت کے پاس آخری ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ میرے دل میں یہ شکوہ تھا کہ میری جھولی نہیں بھری تھی، میں نے جس مقصد کے لئے یہ چالیس دن کی ریاضت کی تھی مجھے اس مقصد میں ابھی بھی کامیابی نہیں ملی تھی۔ شاید اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بہتر نہیں سمجھا تھا کہ وہ اس شخص کے متعلق مجھے آگاہی دیتا جس کی شیطانی تیار کردہ اس منحوس انگوٹھی کی بدولت میرے سر سے میرے حقیقی والدین کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ وہ بھی اس عمر میں جب مجھے ان کی ہر طرح سے ضرورت تھی۔ حضرت نے مجھے اپنے سینے سے زور سے بھینچا اور کہا۔

"عزیزم! آپ اس انگوٹھی کو عشاء کی نماز کے بعد تہجد کی نماز ہونے تک بغور دیکھ کر بغیر گنے کثرت سے وہی وظیفہ پڑھتے ہوئے (جو اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام کا وظیفہ تھا) اپنے سامنے رکھ کر گھورتے رہیں گے۔ پلکیں جھپکیں یا نہ جھپکیں اس کی کوئی بندش نہیں اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ پلکیں نہیں جھپکانی ہیں تو یہ انسانی فطرت کے خلاف بات ہے اسی لئے آپ کو واضح کر رہا ہوں۔ کل ملاقات کریں پھر باقی کی باتیں انشاء اللہ کل ہوں گی۔" یہ کہہ کر انہوں نے ہمیں رخصت کر دیا میں نے کوئی اور سوال حضرت سے نہیں کیا تھا۔ بس خاموشی سے ان کے آشیانے سے اپنے گھر واپس لوٹ آیا تھا۔

رات عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد میں نے گھر آ کر اسی عمل پر اپنی توجہ کو مرکوز کر دیا تھا۔ گھر والے بھی رات کو عشاء کے بعد جلد سو جانے کے عادی تھے۔ میں اپنے کمرے میں تھا۔ میں نے زیرو والٹ کا بلب کمرے میں روشن کیا انگوٹھی میں نے اپنے پاس الماری میں رکھی ہوئی تھی وہ میں نے نکال کر اپنے سامنے میز پر رکھی اور جاءِ نماز میں نے اس انداز میں بچھا لیا کہ انگوٹھی پر میری نظر پڑے تو سامنے میں کعبہ رخ بھی رہوں۔ اور پھر میں نے اول گیارہ مرتبہ درود پڑھ کر وظیفہ شروع کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا وہ صفاتی نام دل ہی دل میں اس امید کے ساتھ لیتا رہا کہ شاید آج اللہ تعالیٰ کو مجھ پر رحم آ جائے اور وہ میری میرے مقصد میں رہنمائی کر دے۔ مجھے اس بات کا کامل یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو تو وہ ضرور عطا کرتا ہے انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ پھر تقریباً آدھی رات کا پہر ہو گا کہ میرے

www.urdupalace.com

سامنے انگوٹھی کا وہ منظر یکدم تبدیل ہوگیا میں نے اپنے پرانے گھر کو دیکھا جہاں میں نے اپنی امی جی کو دیکھا میں نے دیکھا تھا کہ میں اسکول سے لوٹا ہوں۔ میں سیدھا امی جی کے گلے لگ گیا ہوں۔ امی نے مجھے پیار کرتے ہوئے کچھ کہا تھا۔ وہ مجھ سے کھانے کا پوچھ رہی تھیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ گھر میں ابو جی بھی داخل ہوئے۔ انہوں نے میری طرف دیکھ کر کوئی بات کی تھی۔ میں نے وہ بات سن لی تھی۔ ''اور سناؤ پہلوان ،اسکول کیسا جارہا ہے؟'' وہ مجھے پیار سے پہلوان کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا، میں انہیں غور سے محض گھورے جارہا تھا۔ میں ان کے قریب آیا۔ ''ابو جی!'' میں نے پکارا لیکن وہ امی سے اسی طرح بات کرنے میں مصروف رہے۔ ''ابو جی! میری بات سنیں!'' میں نے دوبارہ پکارا تھا میری آواز مجھے دور سے آتی محسوس ہورہی تھی وہ اب بھی امی سے باتیں کیے جارہے تھے۔ پھر انہوں نے کھانے کی میز کی طرف ہنس کر دیکھا اور بولے تھے۔ '' اور پہلوان! واپسی پر تمہارے لئے چپس لاؤں یا چاکلیٹ ؟'' میں نے حیرت سے اس جانب دیکھا جس جانب ابو نے دیکھتے ہوئے مجھ سے ہی پوچھا تھا جب میں نے اس طرف نظریں دوڑا کر دیکھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے کھانے کی میز کی کرسی پر ایک اور میں بیٹھا تھا۔ وہ میں ہی تھا جو کھانا کھا رہا تھا۔ اس بینا مین کی عمر سات سال کی تھی۔ وہ چہک کر بولا۔ ''چاکلیٹ!''

میں نے ابو کی طرف دیکھا تو وہ دور سے اس بنیا مین کو فضائی بوسے دے رہے تھے میرے ابو جان مجھے بہت چاہتے تھے وہ مجھ سے بہت پیار کرتے تھے میں ان کا لاڈلا تھا اکلوتا بیٹا تھا۔

میں اس وقت ابو کی طرف دیکھ کر بولا۔ '' ابو جی! مجھ سے بات کریں۔ میں یہاں ہوں۔'' لیکن انہوں نے میری بات ان سنی کرتے ہوئے امی جان کو مخاطب کیا تھا وہ باورچی خانہ میں جا کر امی سے کچھ کہنے لگے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ کسی ان دیکھے نرم و نازک ہاتھ نے میرے شانوں سے پکڑ کر مجھے باورچی خانہ کی طرف دھکیلنا شروع کردیا۔ میں غیر دانستہ طور پر اس جانب بڑھنے لگ گیا تھا۔ اس مرتبہ ابو جان کی آواز مجھے واضح سنائی دی تھی۔ لیکن اس آواز کی کیفیت یوں تھی جیسے ابو جان کسی خالی کمرے میں بات کررہے ہوں۔ کیونکہ آواز میں چاروں طرف سے گونج سنائی دے رہی تھی۔ ''بیگم آج میں گیا تھا ملنگی بابا کے پاس وہ مجھے ایک انگوٹھی دیں گے اس انگوٹھی کو میں اور تم چالیس دن باری باری پہنیں گے تو کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوگی۔''

''اچھا؟'' میری امی چہکتے ہوئے بولی تھی۔ کیا کوئی جادوئی انگوٹھی ہے؟''

''ہاں! اس پر سمندر کی رحمت ہے۔'' ابو نے بھی خوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔

''بھئی..... آپ بھی انوکھی بات کہہ رہے ہیں۔ اللہ کی رحمت تو سن رکھا ہے لیکن سمندر کی رحمت کیا ہوتی ہے؟''

اتنی گہرائی میں، میں نہیں گیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ''تم تین ہو۔ اسی لئے انگوٹھی بھی تکون میں ہی بنا کر دیں گے۔''

''کون کہہ رہے تھے؟'' امی نے حیرت سے دریافت کیا۔

''ملنگی بابا! اور کون؟'' ابو جی نے قدرے اونچے بولتے ہوئے بتایا تھا۔ تو امی نے چائے ایک کپ میں ڈال کر ابو جی کی طرف دیکھا۔ ''یہ بابے شابے تو بس ان کے چکروں میں پڑنے کی آپ کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ زندگی میں کون سی چیز کی کمی ہے جو آپ کو مزید اور کچھ چاہئے؟'' وہ چائے کا کپ ابو کو تھماتے ہوئے بولی۔ ''اللہ کا دیا سب کچھ تو ہے ہمارے پاس!''

میں نے آگے بڑھ کر اسی وقت امی جان کی بات کی تائید کرتے ہوئے ابو جی سے کہنا شروع کردیا ۔''امی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ابو جی! آپ کو خدا کا

www.urdupalace.com

عرصہ میں باقاعدگی سے پڑھائی گئی تھی یہاں تین باتوں کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ قلیل کلام، قلیل طعام اور قلیل آرام۔ ہمیں ہر وقت دل ہی دل میں جی حضور پیدا کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ یعنی اس طرح سے ہر سانس لو کہ ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو۔ بلکہ توجہ تو اس بات کی دی گئی تھی کہ دنیا کے ہر لمحے ایسے زندگی گزارو جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر بالغرض نہیں دیکھ رہے جیسا کہ واقعی میں نہیں دیکھ سکتے تو کم از کم اتنا ہی سوچ کر زندگی گزاروں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات تو تمہیں دیکھ رہی ہے۔

یہ چند باتیں میں نے ان دنوں میں حضرت کے پاس رہتے ہوئے سیکھی تھیں مجھے صبح اذان اور نماز فجر کے دوران دو سنتوں کے بعد خصوصی طور پر تاکید کی گئی تھی کہ میں سورۃ یٰسٓ شریف کی تلاوت کروں۔ البتہ عشاء کی نماز کے بعد مجھے ایک وظیفہ پڑھنے کی تلقین کی گئی تھی جو بمشکل پندرہ منٹ میں، میں پڑھ کر سو جایا کرتا تھا۔

پھر دن یونہی گزرتے رہے۔ مجھے نہ تو خواب میں کوئی اشارہ ہوا اور نہ ہی کسی مافوق الفطرت ذریعہ سے ہی میں اس شخص کے متعلق جان سکا جس کی وجہ سے شیطانی انگوٹھی کی نحوست کی بدا ثر نے میرے والدین کی جان لے لی تھی۔ پھر چالیس دن بھی مکمل ہو گئے ناصر کے والد صاحب و بہت خوش ہو رہے تھے انہیں نا جانے دنیا و مافیا کی کون سی دولت نصیب ہو گئی تھی۔ ان کا چہرہ لال سرخ ہوا جاتا تھا۔ پہلے سے کہیں زیادہ چمک میں نے ان کی آنکھوں میں دیکھی۔ چہرے کا نور بھی دوگنا ہو چکا تھا جن حضرات نے اس دوران حضرت کے ساتھ یہ وقت گزارا تھا وہ سب ہی تقریباً خوش و خرم دکھائی دے رہے تھے سب ملاقاتی جب وہاں سے رخصت ہو گئے تو میں حضرت کے پاس آخری ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ میرے دل میں یہ شکوہ تھا کہ میری جھولی نہیں بھری تھی، میں نے جس مقصد کے لئے یہ چالیس دن کی ریاضت کی تھی مجھے اس مقصد میں ابھی بھی کامیابی نہیں ملی تھی۔ شاید اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بہتر نہیں سمجھا تھا کہ وہ اس شخص کے متعلق مجھے آگاہی دیتا جس کی شیطانی تیار کردہ اس منحوس انگوٹھی کی بدولت میرے سر سے میرے حقیقی والدین کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ وہ بھی اس عمر میں جب مجھے ان کی ہر طرح سے ضرورت تھی۔ حضرت نے مجھے اپنے سینے سے زور سے بھینچا اور کہا۔

"عزیزم! آپ اس انگوٹھی کو عشاء کی نماز کے بعد تہجد کی نماز ہونے تک بغور دیکھ کر بغیر گنے کثرت سے وہی وظیفہ پڑھتے ہوئے (جو اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام کا وظیفہ تھا) اپنے سامنے رکھ کر گھورتے رہیں گے۔ پلکیں جھپکیں یا نہ جھپکیں اس کی کوئی بندش نہیں اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ پلکیں نہیں جھپکانی ہیں تو یہ انسانی فطرت کے خلاف بات ہے اسی لئے آپ کو واضح کر رہا ہوں۔ کل ملاقات کریں پھر باقی کی باتیں انشاء اللہ کل ہوں گی۔" یہ کہہ کر انہوں نے ہمیں رخصت کر دیا میں نے کوئی اور سوال حضرت سے نہیں کیا تھا۔ بس خاموشی سے ان کے آشیانے سے اپنے گھر واپس لوٹ آیا تھا۔

رات عشاء کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد میں نے گھر آ کر اسی عمل پر اپنی توجہ کو مرکوز کر دیا تھا۔ گھر والے بھی رات کو عشاء کے بعد جلد سو جانے کے عادی تھے۔ میں اپنے کمرے میں تھا۔ میں نے زیرو والٹ کا بلب کمرے میں روشن کیا انگوٹھی میں نے اپنے پاس الماری میں رکھی ہوئی تھی وہ میں نے نکال کر اپنے سامنے میز پر رکھی اور جاءِ نماز میں نے اس انداز میں بچھالیا کہ انگوٹھی پر میری نظر پڑے تو سامنے میں کعبہ رخ بھی رہوں۔ اور پھر میں نے اول گیارہ مرتبہ درود پڑھ کر وظیفہ شروع کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا وہ صفاتی نام دل ہی دل میں اس امید کے ساتھ لیتا رہا کہ شاید آج اللہ تعالیٰ کو مجھ پر رحم آ جائے اور وہ میری میرے مقصد میں رہنمائی کر دے۔ مجھے اس بات کا کامل یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو تو وہ ضرور عطا کرتا ہے انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے پھر تقریباً آدھی رات کا پہر ہو گا کہ میرے

www.urdupalace.com

واسطہ ہے امی جان کی بات سن لیں۔ یہ ملنگی بابا کی انگوٹھی مت لیں وہ ملنگی بابا شیطان کا گماشتہ ہے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ابو جی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کریں ابو جی پلیز وہ انگوٹھی مت قبول کرنا اس ظالم سے۔'' لیکن میرے ابو جی تو امی کی طرف مسکرا کر دیکھ کر چائے پیتے رہے۔ انہوں نے میری ایک بات پر بھی توجہ نہ کی۔ وہ میری ہر بات کو سنا ان سنا کئے دے رہے تھے میں نے ابو جان کو نظر انداز کرتے ہوئے اس مرتبہ امی جان کی طرف مڑ کر دیکھا تو وہاں امی جان نہیں تھیں پھر میں نے دوبارہ مڑ کر وہاں دیکھا جہاں ابھی کچھ دیر قبل ابو جان چائے پی رہے تھے لیکن اب وہ بھی باورچی خانے میں نہیں تھے۔ میں بھاگتے ہوئے باہر کھانے کی میز پر آیا جواب وہاں موجود نہیں تھی کمرے میں اجاڑ پڑا ہوا تھا میں چلایا۔ ''ابو! امی، ابو جی آپ کہاں ہیں؟

''امی جی! آپ کہاں گئیں؟'' لیکن وہاں کوئی نہیں تھا کمرہ خالی تھی پھر کمرے کا دروازہ کھلا ہمارے گھر کا مرکزی دروازہ تھا۔ ایک عجیب سا منحوس صورت شخص گھر میں داخل ہوا۔ اس نے ایک تھیلا کاندھے پر لٹکا رکھا تھا ساتھ میں اس کے ایک اور آدمی بھی تھا وہ شخص بوڑھا تھا اس کی عمر بھی کوئی ساٹھ سے دو سال زیادہ اوپر کی رہی ہوگی۔ البتہ اس کے ساتھ والا نوجوان چھبیس سال کا تھا۔

''تم دونوں کون ہو..... اور یہاں میرے گھر پر کیا کر رہے ہو؟'' میں انہیں دیکھ کر غیض و غضب کے عالم میں چلایا تھا وہ دونوں ایک چٹائی کی جانب بڑھے تھے میں انہیں قہر آلود نگاہیں ڈالے گھور رہا تھا۔ اس بوڑھے نے چٹائی پر دراز ہو کر اپنی ایک ٹانگ نوجوان کے سامنے کر دی تھی۔

''لے بیٹا! تیرا مستقبل تو بن گیا۔ آج پورے بیس لاکھ کا ہاتھ صاف کیا ہے۔'' وہ بوڑھا جوان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ جوان بوڑھے کی ٹانگیں دبانے لگ گیا تھا۔ ''کل اس تھیلے میں موجود رقم اپنے ذاتی بینک اکاؤنٹ میں جمع کروا دینجیو! بس چند سال میں ہی تیرے اکاؤنٹ میں کروڑوں روپے ڈالودوں گا۔'' وہ بوڑھا تھکاوٹ کی وجہ سے چور دکھائی دے رہا تھا۔ عجیب کبوتر کے پروں جیسی داڑھی تھی اس کی وہ نوجوان اس کی ٹانگیں دباتا ہوا ساتھ میں ہلتا جا رہا تھا لیکن خاموش تھا۔

''تو خوش کیوں نہیں ہے؟'' بوڑھے نے اس جوان سے پوچھا۔

''ابا جی! آپ اب آرام کریں میں آپ کو کب سے ملنگی بابا کے روپ میں اتنی محنت و اداکاری کرتے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بس کر دیں۔'' میں نے قہر آلود نگاہوں سے اس ظالم کو دیکھا۔ ''اچھا تو تو ہے ملنگی بابا! ظالم انسان خبردار جو تو نے میرے ابو جی کو وہ انگوٹھی دی تو۔ ورنہ میں تیرا خون پی جاؤں گا۔'' میں نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑنے کی کوشش کی تو میرے ہاتھ اس کے گریبان تک پہنچنے کی بجائے دائیں بائیں جانب کو ہو جاتے۔ ساتھ میں، میں بھی دائیں بائیں جانب ہو جاتا۔ جب میں اس تک دسترس رکھنے پر قادر نہ ہوا تو میں نے اپنی کوشش ترک کر دی۔ اور اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے انہیں بغور سننا شروع کر دیا۔

''کل میں نے کالا علم پڑھ دیا تھا انگوٹھی پر۔ وہ شیطانی مہر ہے۔ وہ اس لالچی صراف کے حوالے کر دینا اور دو لاکھ روپے لے لینا۔'' وہ بوڑھا اپنے نوجوان بیٹے سے مخاطب تھا۔

''ابا جی! اب تو آرام کر لو۔''

''اوہ نہیں..... اب آرام تو کرے گا۔ یہ انگوٹھی میں نے تیرے سر کا صدقہ چکانے کے لئے ہی خاص طور سے بنوائی ہے بس میرے مرنے کے بعد اب تجھ پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا۔ یہ لالچی صراف مرے گا اور اس کی بیوی اور بچہ دیکھ تو دنیا میں سب کچھ ہو کر بھی پیٹ اور نفس نہیں بھرا اس کا۔ اس لئے یہ قربانی کے لئے جائز ہیں۔''

یہ باتیں سن کر مجھے شدید طیش آ گیا میں دشنام طرازی کرتے ہوئے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور اس جانب کو بڑھا جہاں باورچی خانہ تھا۔ تاکہ وہاں سے کوئی چاقو یا چھری اٹھا کر اس ملنگی بابا کو قتل کر سکوں لیکن میری

www.urdupalace.com

حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اپنے آپ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پایا۔

''ندیم ملک صاحب بہت بھلے آدمی تھے۔ معلوم نہیں اچانک کیا ہوا۔ بڑی جواں سالہ موت ہے۔'' سامنے اسٹیئرنگ والی سیٹ پر ابو جی گاڑی چلا رہے تھے۔ ساتھ والی اگلی نشست پر امی جان بیٹھی ہوئی تھیں۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔'' امی جان نے ابو کی بات کا جواب دیا تھا۔

''ابو جی! گاڑی روکیں۔'' میں پچھلی نشست پر تھا میں زور سے چلایا تھا۔ ''پلیز ابو جی گاڑی روکیں، لیکن میری ایک بھی آواز نہ ابو جی کو اور نہ ہی امی جی کو سنائی دے رہی تھی۔ وہ آپس میں ہی گفتگو کیے جا رہے تھے۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں اس وقت ان کے عقب میں بیٹھا ہوں۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوں۔ نہ میری آواز ان کے کانوں تک جا سکتی تھی اور نہ ہی وہ مجھے دیکھ سکتے تھے۔ جبکہ میں ان کو دیکھ بھی رہا تھا اور سن بھی رہا تھا۔ جانے کون سی برزخ مجھ میں اور ان میں حائل ہو گئی تھی اور یہ سب کس قانون قدرت کے تحت ہو رہا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میں اب خاموشی سے ابو جان اور امی جان کو باری باری گھور رہا تھا۔

میرا دل اندر ہی اندر رو رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ گاڑی کا یہ سفر جاری رکھیں۔ ان کی باتوں سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اپنے آخری سفر کو ہی نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ یہی وہ رات تھی جب وہ کسی کی فوتگی سے واپس لوٹ رہے تھے اور پھر اچانک حادثہ پیش آ گیا تھا اور اس منحوس رات کے بعد مجھے میرے امی ابو کبھی دکھائی نہ دیئے تھے۔ میں نے بغور دیکھا تو ابو جان نے وہ انگوٹھی اب بھی اپنی انگلی پر پہن رکھی تھی۔

''ابو جی! پلیز سن لیں مجھے، یہ انگوٹھی اتار دیں ابو جی! ابو جی خدا کے لئے یہ شیطانی چھلا اتار دیں۔'' میں نے ابو جی کی منتیں سماجتیں کرتے ہوئے رونا شروع کر دیا تھا۔ لیکن یہ سب بے سود ثابت ہوا۔ اگلے ہی لمحے ایک سیاہ چوغے والا اونچا لمبا تڑنگا شخص گاڑی کے سامنے کھڑا دکھائی دیا۔ اس کی صورت بالکل اسی انگوٹھی کے نقش سے ملتی جلتی تھی اس نے ایک آن کے لئے اپنے بازو دائیں بائیں جانب پھیلائے جن کے ساتھ ہی چمگادڑ کے پروں جیسے بڑے بڑے پر اس کے عقب سے پھیل کر دائیں بائیں کی جانب پھیلتے چلے گئے۔ اور پھر امی ابو دونوں کی بلند بانگ چیخیں گاڑی میں گونجی تھیں اور اگلے لمحے گاڑی زور سے ایک درخت سے جا ٹکرائی تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے امی ابو جان کی چیخیں دور ہوتی ہوئی سنائی دی تھیں وہ مدد کے لئے پکار رہے تھے اس مرتبہ ان کی چیخوں میں میرا نام میں نے واضح سنا تھا۔ ''بنیامین..... بیٹے ہماری مدد کرو۔'' یہ آوازیں و چیخ پکار میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ یہ میرے والدین ہی تھے۔

اور پھر ابو جان نے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ ''بیٹے ہوش کرو۔ یونیورسٹی کا وقت ہو گیا ہے۔'' میں نے قدرے ہوش میں آتے ہوئے اپنے اردگرد دیکھا اور پھر اپنے شفیق چچا جان کو دیکھا جنہوں نے تمام عمر مجھے باپ بن کر پالا پوسا تھا میں ان کے سینے سے لگ گیا تھا۔

''یہ انگوٹھی تم نے میز پر کیوں رکھی ہوئی ہے؟'' انہوں نے انگوٹھی کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ تو میں نے جلدی سے ان کا بازو پکڑ کر کہا۔

''ابو جی آپ یہ انگوٹھی نہیں چھیڑیں گے میں آج دوبارہ حضرت کے پاس جاؤں گا۔''

''بیٹا! تم پسینے میں شرابور ہوئے جاتے ہو۔ آخر بات کیا ہے؟'' ابو جان نے میرے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تھا۔

''ابو جی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو گیا ہے، اس رب تعالیٰ نے میری رہنمائی کی ہے۔'' اور میں نے اپنے مشاہدے میں آئی ہر واقعہ کی تفصیل ابو جی کو سنا دی وہ مجھ سے ہر واقعہ کی تفصیل سن کر حیران و ششدر رہ گئے تھے۔ پھر انہوں نے امی جان سے بھی وہ تفصیل کہہ سنائی تھی امی جان بھی یہ سب سن کر پریشان ہو گئی تھیں۔ انہوں نے ابو جی سے تاکید کی تھی کہ وہ بھی آج حضرت کے پاس میرے ہمراہ جائیں

www.urdupalace.com

اور اس سارے معمے کا حتمی حل دریافت کریں۔

☆.....☆.....☆

''دراصل اسے کشف کہتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ کو اس نے حقیقت کا انکشاف تمہارے آگے کر دیا ہے۔ چونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے حضور اخلاص کے ساتھ دعا کی تھی اور اسے حضوری قلب کے ساتھ پکارا تھا تو اس نے تمہارے آئینہ قلب میں تمام حقیقت کا اظہار کر دیا۔'' حضرت کے سامنے میں اور ابو جان نے سارا احوال بیان کیا تو وہ ہمیں دلاسہ دیتے ہوئے بولے تھے۔ ''اب گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ ذات جو بھی کرتی ہے، انسان کے بھلے کے لئے ہوتا ہے آپ یوں کیجیے کہ وہ انگوٹھی اب دریا میں پھینک دیں اس طرح اس کا وبال خود ہی ٹل جائے گا اور اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کریں۔''

میں نے حضرت کا بے حد شکریہ ادا کیا۔ ابو جان بھی ان کے انتہائی مشکور نظر آ رہے تھے پھر یکدم میرے ذہن میں ایک خیال آیا میں نے حضرت سے سوال کیا۔ ''حضرت کیا یہ ملنگی بابا اب بھی زندہ ہوگا؟''

حضرت میری جانب مسکرا کر بولے۔

''نہیں اس کی موت آٹھ سال قبل ہو گئی تھی وہ اس شہر کا سب سے بڑا عامل تھا اس نے ایک مخلوق کو گمراہ کیا تھا۔ وہ زیادہ تر دولت مندوں کو اپنے دام میں پھانسا کرتا تھا اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اس شہر میں ایک پوش علاقے میں رہائش پذیر ہو گیا تھا۔

''اب وہ کس علاقے میں رہائش پذیر ہے؟''

اس مرتبہ ابو جان نے سوال کیا تھا ان کے اس تشویش بھرے سوال پر مجھے دلی خوشی ہوئی تھی کیونکہ ابھی تک میں سمجھ رہا تھا کہ ابو جان محض میرا دل رکھنے کے لئے اور امی جان کے کہنے پر یہاں آ گئے تھے حضرت نے اپنی دلنشین مسکراہٹ چہرے پر قائم رکھتے ہوئے کہا تھا۔ ''وہ آدمی نوجوانی میں ہی چل بسا تھا اس کی موت بڑی پراسرار طریقے سے ہوئی تھی وہ شہر سے باہر جا رہا تھا کہ مین جی ٹی روڈ پر اچانک پیچھے سے ایک بھاری مال بردار ٹرالر اس کی نئی نویلی گاڑی پر چڑھ دوڑا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس بھاری بھرکم مال بردار ٹرک کی بریکیں فیل ہو گئیں تھیں۔ بہر حال ملنگی بابا کے اس اکلوتے بیٹے کی لاش پچک گئی تھی ہڈیوں تک کا چورا چورا ہو گیا تھا لاش پہچانی ہی نہیں جاتی تھی جو مال ناحق ظلم و جبر سے اس ملنگی بابا نے اپنی اکلوتی اولاد کے لئے اکٹھا کر رکھا تھا وہ سب نہ اس کے اور نہ اس کے اکلوتے بیٹے ہی کے کام آیا قدرت کے اپنے قوانین ہیں جب آدم کو رزق ممنوعہ راس نہیں آیا تھا تو آدم کی اولاد کو کیسے آتا۔

یہ کلیہ تو پروردگار نے ازل سے بنا دیا تھا کہ ''اے آدم! ہر پاک شے کو کھا پی لو مگر اس ممنوعہ رزق کے قریب نہ جانا۔ ورنہ زیر عتاب آ جاؤ گے یعنی گھاٹے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

انسان کو اس خمیر سے بنایا ہی نہیں گیا کہ ظلم و جبر سے کھائے اور رحم و کرم کی امیدیں بھی رکھ لے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں نہ پہلے ایسا کبھی ہوا نہ اب ہو رہا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی بات سے نہیں پھرتا ہاں! ہم انسان اس کے احکامات سے منہ پھیرتے ہیں۔

ہم تھوڑی دیر بعد وہاں سے گھر لوٹ آئے تھے واپسی پر ابو جان نے دریا کنارے کھڑے ہو کر وہ انگوٹھی مجھے دریا میں پھینکنے کا حکم دیا میں نے جیب سے وہ منحوس انگوٹھی نکالی اور ایک زوردار جھٹکے سے دریا سپرد کر دی میری آنکھوں میں میرے حقیقی ابو اور امی کی صورتیں ابھر آئی تھیں دریا اپنی مکمل روانی میں بہہ رہا تھا انگوٹھی دور اس میں جا کر گری تھی میرے ابو کی آواز نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر دی تھی وہ میرے کاندھے پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر بولے تھے۔

''چلو گھر چلیں بیٹا! اللہ نے جو دیا اس کا بھی شکر ہے۔ اور جو نہیں دیا اس پر بھی اللہ کا شکر ہے سچ تو یہ ہے بیٹا انسان کو اس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے لاکھوں کروڑوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com